حدیث اور سُنت میں فرق

تحریر: ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی، لیکچرار ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ بہاؤالدین زکریا ملتان

علماء اسلام نے رسول اکرم ﷺ کی زندگی کی ہر جہت کو محفوظ کرنے اور ان جہات پر معترضین کے اعتراضات کا جواب دینے کیلئے بے شمار علوم کی بنیاد رکھی ہے جن میں علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم کلام اور علم تاریخ بہت معروف ہیں۔ لیکن ان تمام علوم میں علم حدیث کا مرتبہ بہت بلند ہے کیونکہ باقی تمام علوم کی بنیاد اسی علم پر ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر کے لئے بھی ہم حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ فقہ یا اصول فقہ کو مدون کرنے کیلئے بھی اسی علم کے محتاج ہیں۔ اور اسی طرح علم تاریخ، علم کلام اور باقی تمام علوم کے بیان کرنے میں بھی اسی علم کا سہارا لینا ایک لازمی امر ہوتا ہے۔ اس علم کی اساس اور وقعت کو جلال الدین سیوطی نے اس طرح بیان کیا ہے۔

فان علم الحديث رفيع القدر ، عظيم ، شريف الذكرلايعتني به الا كل حبر ، ولا يحرمه الا كل غمر ، ولاتفنى محاسنه على ممرالدهر"(۱)

حدیث کا علم بڑی قدر والا، بہت فخروالا اور عمدہ نصیحت والا علم ہے۔ اس علم سے محروم رہنے والے لوگ ناتجربہ کار ہوتے ہیں اور یہ وہ علم ہے کہ حوادثات زمانہ اس کی خوبیوں کو ختم نہیں کرسکتے۔ ویسے تو تمام علماء اسلام کا رابطہ علم حدیث سے ضروری ہے لیکن ان علماء میں سے تین علوم کے ماہرین کا تعلق علم حدیث سے بہت گہرا ہے اور وہ محدثین، فقہاء اور علماء اصول ہیں۔

محدثین احادیث کی چھان بین کرکے ان میں سے صحیح وضعیف حدیث علیحدہ علیحدہ کرکے عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ فقہاء احادیث کی جانچ پڑتال کرکے ان سے مسائل کا استنباط کرتے ہیں جب کہ علماء اصول احادیث کو مدنظر رکھ کر ان سے اصول قانون اخذ کرتے ہیں۔ ان تینوں علوم کے ماہرین احادیث کا مطالعہ اپنے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق کرتے ہیں۔ اس لئے بسااوقات ان کے درمیان علم حدیث کے بارے میں کچھ اجمالی اختلافات رونما ہوجاتے ہیں۔ ان علوم کے ماہرین سے فقہاء اور علماء اصول کے مابین علم

حدیث کے بارے میں اختلافات عمومی نوعیت کے ہیں لیکن محدثین اور علماء اصول کے درمیان بعض اختلافات بنیادی اہمیت کے حامل اور بعض ثانوی حیثیت کے حامل ہیں۔

زیر نظر مقالہ میں محدثین اور علماء اصول کے درمیان لفظ حدیث اور لفظ سنت میں اختلافات کا ذکر مقصود ہے۔

علماء اسلام عموماً رسول اکرم ﷺ کے قول فعل اور تقریر کے لئے چار الفاظ حدیث، سنت، خبر اور اثر استعمال کرتے ہیں۔

لفظ اثر کو رسول اکرم ﷺ کے قول فعل اور تقریر کےلئے استعمال کرنے میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد حدیث مرفوع (۲) اور موقوف (۳) ہے لیکن فقہاء خراساں کی رائے میں اس سے مراد صرف حدیث موقوف ہے۔ (۴) بعض علماء مرفوع اور موقوف کو حدیث کا نام دیتے ہیں اور مقطوع (۵) کو اثر کہتے ہیں۔ (۶)

لفظ خبر کو بھی رسول کے قول فعل اور تقریر کے لئے استعمال کرنے میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک جو بات ہمیں رسول اکرم ﷺ سے ملے وہ حدیث اور جو کسی اور انسان سے ملے وہ خبر ہے۔ اس لئے علم حدیث کے مباحث میں مشغول رہنے والے کو محدث اور علم تاریخ اور اس کے ادوار میں منہمک رہنے والے کو اخباری کہتے ہیں۔ لیکن جمہور محدثین کی رائے میں یہ لفظ حدیث اور سنت کا مترادف ہے (۷)

کیونکہ یہ دونوں الفاظ اس مقالہ کا عنوان نہیں اس لئے ان کی اس مختصر تعریف پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حدیث اور سنت دونوں الفاظ رسول اکرم ﷺ کے قول فعل اور تقریر کے لئے استعمال ہوتے ہیں، لیکن دقیق مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دونوں کے لغوی واصطلاحی معنی میں کافی اختلاف ہے۔ اسی اختلاف کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف علم حدیث کے مباحث میں مشغول رہنے والے، صحیح اور ضعیف کی پہچان کے اصول کو بیان کرنے والے اور ان اصول کو مد نظر رکھ کر صحیح حدیث کو ضعیف حدیث سے علیحدہ کرنے والے کو محدث کہا جاتا ہے۔ جس کی جمع محدثین ہے۔ اور محدثین نے رسول اکرم ﷺ کے قول فعل اور تقریر کے لئے لفظ حدیث اختیار کیا ہے۔ لیکن محدثین کے برعکس فقہاء اور علماء اصول نے آپ کے قول، فعل اور تقریر کے لئے حدیث کے بجائے لفظ سنت اختیار کیا اور انہوں نے اپنی تصانیف میں اس کو فقہ اسلامی کے دوسرے ماخذ کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے،

جبکہ پہلا ماخذ قرآن مجید ہے۔ اس امر سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا کہ کسی فقیہہ یا اصولی نے اب تک اس ماخذ کو حدیث کا نام نہیں دیا۔ اگر ان دونوں اصطلاحات میں فرق نہ ہوتا تو آج محدث ہر مقام پر لفظ سنت استعمال کرتے اور علماء اصول سنت کی جگہ حدیث کو دوسرا ماخذ گردانتے لیکن ایسا نہیں ہے۔

لفظ حدیث کا مادہ "حدث یحدث" ہے جس کا باب نصر ینصر ہے۔ لغوی اعتبار سے یہ لفظ تحدیث سے اسم ہے۔ اس کے لغوی معنی محمد اعلی تھانوی نے اس طرح لکھے ہیں

"الحدث بفتح الحاء والدال المهملتين والمراد بالمعنى التجدد ويجى وعندالفقهاء هوالنجاسةالحكميةوالحدوث بمقابل القدم والحادث مقابل القديم والحديث لغةضد القديم ويستعمل فى قليل الكلام وكثيره" (۸)

الحدث حاء کی زبر اور دال مھملہ کے ساتھ ہے۔ اس سے مراد جدید ہونا ہے۔ فقہاء کے نزدیک حدث سے مراد نجاست حکمیہ ہوتی ہے اور لفظ حدوث قدم کے مقابلے میں اور حادث قدیم کے مقابلے میں بولا جاتا ہے اور لفظ حدیث قدیم کی ضد ہے اور یہ لفظ تھوڑے کلام یا زیادہ کلام دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس حوالہ سے لفظ حدیث کے دو معنی کلام (بات چیت) اور جدید شے قرارا پاتے ہیں۔ پہلے معنی میں "اللہ تعالی نے یہ لفظ اپنی پاک کتاب قرآن مجید کے لئے بھی استعمال کیا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالی ہے:

"فلياتوابحديث مثله" (۹)

تو اس شان کا ایک کلام بنا لائیں

اور اسی طرح

فباى حديث بعده يؤمنون (۱۰)

اب اس کے بعد اور کون سا کلام ایسا ہوسکتا ہے جس پر یہ ایمان لائیں۔

پہلے معنی میں اس کی مزید شرح راغب اصفہانی نے اس طرح کی ہے۔

"وكل كلام يبلغ الانسان من جهة السمع او الوحى فى يقظته اومنامه يقال له حديث" (۱۱)

اور ہر وہ کلام جو انسان تک بیداری یا نیند کی حالت میں قوت سامعہ یا وحی کے ذریعے پہنچے حدیث کہلائے گا، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"واذاسرالنبی الی بعض ازواجه حدیثا" (۱۲)
(اور یہ معاملہ بھی قابل توجہ ہے کہ) نبی نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے راز میں کہی تھی۔
اور
هل اتاک حدیث الغاشیة (۱۳)
کیا تمہیں اس چھاجانے والے آفت (یعنی قیامت) کی خبر پہنچی ہے۔

اور دوسرے معنی یعنی حدید شے سے مراد ایسی چیز ہے جس کا پہلے وجود نہ ہو اور اسے نیا وجود بخشا گیا ہو۔ اس لحاظ سے یہ لفظ قدیم کی ضد ہے کیونکہ قدیم سے مراد ہے ایسی شے جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے۔ اور حادث سے مراد ہے ایسی شے جس کو کوئی معرض وجود میں لائے اور اک دن اس نے فنا ہوجانا ہو۔ اس لئے عربی میں ایک فقرہ "رجل حدیث السن" بولاجاتا ہے، جس سے مراد جدید عمر والامرد یعنی نوجوان ہے (۱۴)

اسی طرح "محدثات الامور" سے مراد بعض لوگوں کا دین میں نئی باتیں ایجاد کرنا ہے (۱۵) عمومی طور پر لفظ حدیث کی جمع احادیث بیان کی جاتی ہے لیکن فراء نحوی کے نزدیک یہ جمع مخالف قیاس ہے۔ ان کی رائے میں حدیث کی جمع احدوثہ اور اس کی جمع احادیث ہے (۱۶)

لفظ حدیث ان دونوں لغوی معنی کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کے کلام کے لئے استعمال ہوسکتا ہے۔ پہلے معنی میں استعمال تو واضح ہے اور دوسرے معنی میں حدیث کو قرآن کے مقابلہ میں بولاجاتا ہے۔ کیونکہ قرآن اللہ تعالی کا کلام ہے لہذا قدیم ہے اور آپ کا کلام اس کے مقابلہ میں جدید ہے اس لئے اس کو حدیث کہاجائے گا۔

رسول اکرم ﷺ نے بھی بذات خود اپنے کلام کو حدیث کا نام دیا تھا۔ جیسے حدیث میں وارد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ نے آپ سے استفسار کیا کہ روز محشر آپ کی شفاعت کس کے حصہ میں آئے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے معلوم تھا کہ ابوہریرہ سے پہلے کوئی شخص اس حدیث کے بارے میں مجھ سے سوال نہیں کرے گا (۱۷)

حدیث کی اصطلاحی تعریف میں جہاں علماء اصول اور محدثین کے مابین اختلاف ہے وہیں بعض محدثین نے بھی آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف کیا ہے۔ جمہور محدثین کے نقطہ نظر کے مطابق حدیث کی اصطلاحی تعریف یوں ہے:
"والحدیث یطلق علی قول النبی صلی الله علیه وسلم وفعله

وتقریرہ" (۱۸)
اور حدیث کا اطلاق رسول اکرم ﷺ کے قول، فعل اور تقریر پر ہوتا ہے۔
جمہور کی اس تعریف کے علاوہ جمال الدین قاسمی نے حدیث کی تعریف اس انداز میں کی ہے۔
ما اثر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قول اوفعل او تقریر او صفة خلقية او خلقية او سيرة سواء كان قبل البعثة او بعدها (۱۹)
رسول اکرم ﷺ کا قول، فعل، تقریر اور آپ کا حلیہ، سیرت و خلقی صفت چاہے وہ بعثت سے قبل کی ہو یا بعد کی ہو۔ حدیث کہلائے گی۔

ان دونوں تعریفوں میں بظاہر کافی فرق نظر آتا ہے لیکن اگر غایت نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جمال الدین قاسمی کی بیان کردہ تعریف جمہور کی تعریف سے تھوڑا سا اختلاف کرتے ہوئے اس کی شرح بھی ہے۔ پہلی تعریف میں یہ بات واضح نہیں کہ آپ کا کون سا قول، فعل اور تقریر حدیث کہلائے گا لیکن دوسری تعریف نے یہ بات واضح کردی کہ آپ کا ہر قول، فعل، تقریر چاہے وہ قبل از بعثت ہو یا بعد از بعثت، حدیث کہلائے گا نیز آپ کی سیرت اخلاق اور آپ کی خلقی صفت بھی آپ کے قول اور فعل کا حصہ ہیں۔ ان دونوں تعریفوں میں دور جدید کے ایک محدث ڈاکٹر محمود طحان نے تطبیق کی ہے اور ان کے نزدیک حدیث کی تعریف یہ ہے:
ما اضیف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قول او فعل او تقریر او صفة" (۲۰)
رسول اکرم ﷺ کی طرف جو قول، فعل، تقریر یا صفت منسوب کی جائے حدیث کہلائے گی۔

اس تعریف میں جمہور کی بیان کردہ اور جمال الدین قاسمی کی تعریف کے درمیان تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے ور بلاشبہ یہ ایک جامع اور مانع تعریف ہے۔ لیکن بعض محدثین نے حدیث کی تعریف میں کافی وسعت اختیار کی ہے مثلاً طیبی کی رائے میں:
"وقال الطيبى الحديث اعم من ان يكون قول النبى صلى اللہ عليه وسلم والصحابى والتابعى وفعلهم وتقريرهم" (۲۱)
اور طیبی کے نزدیک حدیث کا مفہوم وسیع ہے اور اس میں رسول اکرم ﷺ، صحابہ اور

تابعین کا قول، فعل اور تقریر شامل ہیں۔

ان تمام مذکورہ تعریفات سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ محدثین کرام کے مابین بھی حدیث کی اصطلاحی تعریف میں اختلاف ہے اور بعض محدثین حدیث کو رسول اکرم ﷺ تک محدود رکھتے ہیں لیکن کچھ اس کو صحابہ اور تابعین تک وسعت دیتے ہیں اور پھر جو اس کو آپ کی ذات تک محدود رکھتے ہیں ان میں بھی اختلاف ہے۔ بعض بعثت کے بعد کے قول، فعل، تقریر کو حدیث کہتے ہیں اور بعض قبل از بعثت کے زمانہ کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں۔

محدثین کے اس باہمی اختلاف کے علاوہ علماء اصول میں سے احناف لفظ حدیث کو اور مخصوص معنوں میں استعمال کرتے ہیں، ان کے نزدیک حدیث سے مراد صرف رسول اکرم ﷺ کا قول مبارک ہے اور لفظ حدیث خاص اور لفظ سنت عام ہے۔(۲۲) احناف کے اس موقف کو تمام علماء اصول نے بھی قبول کیا ہے اور وہ بھی جب آپ کا کوئی قول نقل کرتے ہیں تو اس کو حدیث یا خبر کا نام دیتے ہیں کیونکہ وہ اسے خاص تصور کرتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ سے باقی منقولہ معاملات کو سنت کا نام دیتے ہیں۔ اور ان کی رائے میں بھی لفظ حدیث خاص اور لفظ سنت عام ہے، اس لئے علماء اصول اور فقہاء میں سے کوئی آپ کے کلام کے علاوہ آپ کے فعل، تقریر، صفت، سیرت اور ارادہ کو حدیث کا نام نہیں دیتے بلکہ ان کو سنت سے موسوم کرتے ہیں۔(۲۳)

لفظ سنت کا مادہ سنن ہے۔ لغوی طور پر اس سے مراد طریقہ یا راستہ ہے۔ عربی میں ایک فقرہ "سن الماء" بولاجاتا ہے۔ جس سے مراد پانی زمین پر اس طرح بہانا ہے کہ وہ اچھا راستہ بنا کر اس پر چل پڑے(۲۴)

اور عمومی طور پر سنت اس راستہ کو کہتے ہیں جس پر لوگ چلنے کے عادی ہوں اور مداومت اور پابندی کے ساتھ اس پر چلتے ہوں اور ان کا کوئی فعل اس کے تقاضے کے مطابق بار بار کیاجاتا ہو۔ ذیل کی آیت میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وسنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا" (۲۵)

اللہ تعالیٰ کا یہی دستور ان لوگوں میں جاری رہا ہے جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں اور آپ خدا

کے دستور میں کسی قسم کا ردوبدل نہیں پائیں گے۔

۲ جب لفظ سنت کی نسبت کسی انسان کی طرف کی جاتی ہے تو اس سے مراد وہ طریقہ ہوتا ہے جس کو وہ تمام افعال میں جو اس سے صادر ہوتے ہیں، لازم سمجھتا ہو، اور ان پر مداومت کرتا ہو، اس کا تعلق خواہ ان کاموں سے ہو جن کے سبب اس کی تعریف کی جاتی ہو یا ان سے ہو جن کے سبب اس کی مذمت کی جاتی ہو۔(۲۶)

۳ سنت کے اس لغوی معنی کو رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث بہت اچھی طرح واضح کرتی ہے

"من سن سنة حسنة فله اجرها واجرمن عمل بها الى يوم القيامة ومن سن سنة سيئة فعليه وزرها ووزرمن عمل بها الى يوم القيامة"(۲۷)

جو شخص کوئی اچھا طریقہ نکالے گا تو اسے ایک تو اس طریقہ کے نکالنے کا اجر ملے گا اور دوسرا جو لوگ قیامت تک اس اچھے طریقہ پر عمل کریں گے ان کا اجر بھی ملے گا اور جس نے کوئی برا طریقہ نکالا تو اس پر اس برے طریقہ کا بار ہوگا اور قیامت تک جو لوگ اس پر عمل پیرا رہیں گے ان کا بار بھی اس پر ہوگا۔

لیکن امام خطابی کی رائے میں لفظ سنت عمومی طور پر اچھے طریقہ کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کو برے طریقہ کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا(۲۸) اصطلاح میں لفظ سنت کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے جو درج ذیل ہیں:

۱ کبھی یہ لفظ قرآن کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی قرآن وسنت دونوں کا عالم ہے اور اسی معنی کو مندرجہ ذیل حدیث میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔

يؤم القوم اقرؤهم لكتاب اللّٰهتعالى فان كانوا فى القرآنية سواءفاعلمهم بالسنة"(۲۹)

جو قرآن زیادہ پڑھا ہوا ہو وہ لوگوں کی امامت کرے۔ اگر قرآن کے علم میں سب برابر ہیں تو پھر جو سنت کا زیادہ عالم ہے وہ امامت کرے۔

۲ فقہاء کرام اس لفظ کو دو اور معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک سنت کا اطلاق احکام خمسہ (واجب، مندوب، حرام، مکروہ، مباح) میں سے فرض یا واجب کے مقابلے میں بولا جاتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ وضو یا نماز کے فرائض و سنتیں یہ ہیں یعنی یہ لفظ ان

نفلی عبادات کے لئے بولا جاتا ہے جو رسول اکرم ﷺ سے منقول ہوں۔[۲] بعض فقہاء کے نزدیک لفظ سنت کو بدعت کے مقابلہ میں بھی استعمال کیا گیا ہے، جس طرح طلاق کے باب میں ان میں متداول ہے کہ فلاں طلاق سنت ہے اور فلاں طلاق بدعت ہے یا فلاں شخص سنت پر ہے، یعنی اس کا عمل نبی اکرم ﷺ کے عمل کے مطابق ہے اور فلاں شخص بدعت پر ہے یعنی اس کا عمل آپ کے عمل کے خلاف ہے(۳۰)

۳ علماء اصول کے مابین لفظ سنت کی اصطلاحی تعریف کے بارے میں متعدد آراء بیان کی جاتی ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک سنت کی تعریف یہ ہے:

"والسنة فی اصطلاح علماء اصول قول النبی صلی اللہعلیه وسلم غیر الوحی المتلو وفعله واقراره والمراد من اقوال النبی صلی الله علیه وسلم مالم یکن علی وجه الاعجاز" (۳۱)

علماء اصول کی اصطلاح میں سنت سے مراد رسول اکرم ﷺ کا وہ قول ہے جو وحی متلو نہ ہو اور آپ ﷺ کا فعل اور اقرار ہے اور سنت سے مراد آپ ﷺ کا وہ قول اور فعل ہوگا جو بطور معجزہ ظہور پذیر نہ ہوا ہو۔

۴ بعض علماء سنت کی اس تعریف میں اضافہ کرتے ہیں اور ان کے نزدیک سنت کی اصطلاحی تعریف میں آپ ﷺ کے قول فعل اور تقریر کے علاوہ آپ ﷺ کی صفت بھی شامل ہے(۳۲)

۵ بعض شافعیہ جمہور کی بیان کردہ تعریف کو قبول کرتے ہوئے اس میں آپ کے اس ارادہ کو بھی شامل کرتے ہیں جس کا آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں اظہار کیا مگر پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔ ان کے نزدیک آپ ﷺ جس امر کا بھی ارادہ کرتے وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور پسند کے مطابق کرتے۔ اس لئے وہ بھی شرعی طور پر مطلوب ہے جیسے اس حدیث میں وارد ہے۔

"ان رسول اللہصلی اللہعلیه وسلم فقد اناسا فی بعض الصلوة فقال لقد هممت ان امر رجلا یصلی بالناس ثم اخالف الی رجال یتخلفون عنها فامربهم فیحرقوه علیهم بحزم الحطب بیوتهم. الحدیث(۳۳)

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نے نماز باجماعت میں کچھ لوگوں کو موجود نہ پایا تو آپ نے

فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائی اور پھر میں ایسے لوگوں کے پاس جو جماعت میں نہیں آتے چل کر جاؤں اور ان کے بارے میں حکم دوں کہ ان کے گھروں کو لکڑیاں جمع کرکے جلادیں۔ آپ کا یہ ارادہ بھی شافعیہ کے نزدیک سنت کی تعریف میں آتا ہے۔ (۳۴) پھر شافعیہ اس تعریف کو وسعت دیتے ہوئے صحابہ کے اقوال کو بھی سنت کا جزو سمجھتے ہیں (۳۵)

لیکن احناف کے نزدیک سنت کا اطلاق رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل، تقریر کے علاوہ صحابہ کرام کے اقوال وافعال پر بھی ہوتا ہے۔ (۳۶)

اور مالکیہ میں سے ابو اسحاق شاطبی اور بعض دیگر علماء اصول کی رائے میں خلفاء راشدین اور دوسرے صحابہ کرام کا قول، فعل اور تقریر سنت کی اصطلاحی تعریف میں شامل ہیں اور صحابہ کے عمل سے مراد ان کے وہ اعمال ہیں جن کی موافقت یا مخالفت کے بارے میں قرآن یا حدیث میں سے کوئی دلیل نہیں ملتی۔ ان کے نزدیک صحابہ کے اقوال، افعال اور تقاریر حجت ہیں ان پر عمل کیا جائے گا اور مختلف فیہ معاملات میں بھی ان کی طرف رجوع کیا جائے گا کیونکہ صحابہ کرام ہر معاملہ میں سنت کی پیروی کرنے والے تھے۔ (۳۷)

بعض علماء سنت کی تعریف کو بہت زیادہ وسعت دیتے ہیں اور ان کے نزدیک جو بھی رسول اکرم ﷺ، صحابہ اور تابعین س منقول ہو وہ سنت کہلائے گا (۳۸)

سابقہ صفحات میں حدیث اور سنت کی بیان شدہ لغوی واصطلاحی تعریفوں کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دونوں اصطلاحوں میں فرق ہے لیکن محدثین کرام ان دونوں میں چنداں فرق نہیں کرتے چنانچہ ڈاکٹر صبحی صلح نے جمہور محدثین کی رائے پر عمل کرتے ہوئے یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ یہ دونوں اصطلاحات مساوی ہیں اور ان دونوں کا مفہوم حدیث کی نقل وروایت ہے (۳۹)

لیکن محدثین کی رائے کے برعکس اگر ان دونوں لفظوں کا مزید مطالعہ کیا جائے تو ان میں کافی اختلاف نظر آتا ہے۔ لفظ حدیث کے معنی ہیں "ماحدث بہ عن النبی ﷺ" یعنی جو رسول اکرم ﷺ سے صادر ہوا لیکن سنت اس کے علی الرغم کہ کسی حکم کے بارے میں کوئی حدیث موجود ہے یا نہیں ہے۔ اس دینی عرف ورواج کو کہتے ہیں جو زمانہ قدیم سے مسلمانوں میں موجود ہو۔ (۴۰) مزید کسی حدیث میں موجود قاعدہ بھی سنت کہلاتا ہے جس

طرح امام احمد بن حنبل کا قول ہے "فی ھذا الحدیث خمس سنن" کہ اس حدیث میں پانچ سنتیں ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ کا قول مبارک اور وہ قواعد جو آپ ﷺ کے قول سے اخذ کئے جائیں سنت کہلائیں گے۔(۴۱)

۳۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ سنت، حدیث کے موافق ہو بلکہ سنت حدیث کے مخالف بھی ہو سکتی ہے۔ اور ان دونوں لفظوں کے مفہوم کے مابین اس فرق وامتیاز کے پیش نظر بعض محدثین کبھی یوں کہہ دیتے ہیں:

ھذا الحدیث مخالف القیاس والسنۃ والاجماع"

یہ حدیث قیاس سنت اور اجماع کے خلاف ہے۔ اس طریقہ سے ان دونوں میں یہ فرق واضح ہوتا ہے کہ حدیث ایک علمی و نظری شے ہے لیکن سنت اک عملی شے ہے، لیکن ان دونوں کی معرفت کا طریقہ کار روایت ہے(۴۲)

۴۔ سنت اور حدیث کے فرق کو بعض کتب احادیث نے بھی بیان کیا ہے، جیسے ابوداوٗد نے ایک مرفوع حدیث انس بن مالکؓ سے روایت کی لیکن ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ سنت اس طرح ہے۔

۵۔ اس طرح کچھ کتابیں بھی ایسی ہیں جو اس فرق کو مزید واضح کرتی ہیں۔ مثلاً امام مروزی کی تصنیف "کتاب السنۃ بشواھد الحدیث" اور اثرم کی تصنیف "کتاب السنن فی الفقہ علی مذھب احمد وشواھدہ من الحدیث" میں حدیث اور سنت کے فرق کو بہت تفصیل سے واضح کیا گیا ہے(۴۳)

۶۔ گویا اوائل اسلام کے لوگوں کے اعمال کی اتباع کرنا، ان کی مروجہ تقالید کو اختیار کرنا اور ہر اس چیز کی پیروی کرنا جس کو رسول اکرم ﷺ نے نظام بنایا ہو، چاہے وہ احادیث میں ملے یا نہ ملے سنت کہلائے گی۔(۴۴)

۷۔ اس لئے لفظ سنت کا اطلاق صرف رسول اکرم ﷺ کی ذات تک محدود نہیں بلکہ علماء اصول کے نزدیک صحابہ کرام کے تمام اعمال بھی سنت کہلائیں گے کیونکہ چاہے ان کی دلیل قرآن یا حدیث سے ملے یا نہ ملے صحابہ کرام کا رسول اکرم ﷺ کے طریقہ کی اتباع کرنے پر امت کا اجماع ہے۔ اس لحاظ سے صحابہ کرام کے اجتہاد، ان کے اجماع، اور خلفاء راشدین کا کسی مسئلہ پر متواتر عمل جو ایک قسم کا اجماع ہے، ان کے مصلح مرسلہ اور

استحسان تمام سنت میں شامل ہیں۔ جیسے انہوں نے شرب خمر کی حد مقرر کی حالانکہ وہ حدیث سے ثابت نہیں، مزید قرآن مجید کو ایک کتاب کی صورت میں اکٹھا کرنا، تمام مسلمانوں کو ایک قرأت کا پابند کرنا اور مختلف محکمہ جات کی بنیاد رکھنا اور اس قسم کے تمام اعمال سنت میں شامل ہیں (۴۵)

حدیث اور سنت کے اس اختلاف کو مد نظر رکھتے ہوئے محدث ابن الصلاح سے پوچھا گیا کہ لفظ سنت کے کیا معنی ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ لفظ بدعت کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے اور انسان کبھی حدیث کا عالم ہوتا ہے مگر سنت کا عالم نہیں ہوتا، جیسے عبدالرحمن بن مہدی نے کہا کہ سفیان ثوری حدیث میں امام ہیں مگر سنت میں نہیں اور امام اوزاعی سنت کے امام ہیں حدیث کے نہیں مگر امام مالک سنت اور حدیث دونوں کے امام ہیں (۴۶)

اوائل اسلام میں علماء اصول کی طرح تمام علماء سلف لفظ سنت کا اطلاق رسول اکرم ﷺ کے طریقوں کے ساتھ ساتھ حضرت ابو بکر و عمرؓ کے طریقوں پر بھی کرتے تھے اور وہ بیعت سنت عمرین کے مطابق لیتے تھے اور خلفاء راشدین کے طریقوں کے صحیح ہونے کی سند تو آپ نے خود اس حدیث میں بیان فرما دی ہے۔

"علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی" (۴۷)

تمہارے اوپر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کی اتباع کرنا اس لئے آپ ﷺ نے خود اپنے طریقہ کیلئے لفظ سنت اختیار کیا ہے۔ (۴۸)

علماء اصول اور فقہاء کا لفظ حدیث کے بجائے لفظ سنت کو اختیار کرنے کا سبب بھی یہی امر ہے کہ حدیث کا لفظ خاص ہے اور صرف قول رسول اکرم ﷺ پر دلالت کرتا ہے اور لفظ سنت عام ہے وہ آپ کی تمام عادات، تمام طریقوں اور صحابہ کرام کے تمام عادات وطریقوں کو واضح کرتا ہے۔ چونکہ علماء اصول آپ کی زندگی کا مطالعہ ایک ایسے شارع کی حیثیت سے کرتے ہیں جو لوگوں کے لئے دستور حیات واضح کرے اور وہ تب اس مطالعہ سے اصول قانون اخذ کر کے اس سے قانون سازی کرتے ہیں۔ اس لئے وہ ایسے لفظ کو اختیار کرتے ہیں جو جامع ہو اور وہ لفظ سنت ہے۔ اور اس کا تعلق صرف رسول اکرم ﷺ سے ہے لیکن محدثین نے صرف حفاظت حدیث کا بیڑا اٹھایا اس لئے انہوں نے اپنے علم کو صرف

آپ کی ذات تک محدود رکھا اور لفظ حدیث کو اختیار کیا اور اس کے موضوع کو صرف حدیث کی سند اور متن تک محدود رکھا (۴۹)

اس ساری بحث کو ہم درج ذیل نقاط میں سمیٹ سکتے ہیں۔

۱۔ لفظ حدیث خاص ہے اور لفظ سنت عام ہے، حدیث ایک علمی و نظری شے کا نام ہے، لیکن سنت ایک عملی شے ہے۔

۲۔ حدیث کا اطلاق صرف رسول اکرم ﷺ کے قول، فعل، تقریر یا صفت وغیرہ پر ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ آپکا پہلے دور کا عمل ہے یا آخری دور کا۔ لیکن سنت کئی ادوار یعنی خلفاء راشدین، صحابہ اور تابعین کے متواتر عمل کا نام ہے اور اس میں یہ صورت حال نہیں ہوتی کہ آیا یہ دور اول کی سنت ہے یا دور آخری کی۔

۳۔ حدیث میں ناسخ ومنسوخ کی بحث بھی پائی جاتی ہے لیکن سنت میں اس قسم کی کسی بحث کا تصور نہیں ہے۔

۴۔ حدیث کو ترک بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ بعض احادیث قرآن، سنت اور اجماع کے خلاف بھی ہوتی ہیں لیکن سنت کو ترک نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کی بنیاد کئی نسلوں کے مسلسل عمل پر ہوتی ہے جو ایک اجماع کی صورت ہے۔ جیسے امام مالک تعامل اہل مدینہ کو حدیث پر ترجیح دیتے تھے۔

۵۔ حدیث میں صحیح، ضعیف یا مقبول ومردود کی بحث ہوتی ہے اور بعض احادیث کچھ محدثین کے نزدیک مقبول یعنی صحیح اور چند کی رائے میں مردود یعنی ضعیف ہوتی ہیں لیکن سنت میں اس قسم کی بحث نہیں پائی جاتی۔

۶۔ بعض اوقات حدیث میں موجود ضوابط بھی سنت کہلاتے ہیں یعنی حدیث کے وہ معنی جو لوگوں میں رواج پاگئے سنت ہیں اس لحاظ سے بھی سنت کے معنی میں حدیث کی نسبت وسعت ہے۔

۷۔ حدیث اور سنت کے موضوع میں بھی اختلاف ہے حدیث کا موضوع سند ومتن تک محدود ہے لیکن سنت کے موضوع میں کافی وسعت ہے۔

۸۔ لفظ سنت علماء اصول وفقہا کے نزدیک ایک جامع لفظ ہے۔ اس لئے انہوں نے اس کو اسلامی ماخذ قانون میں سے دوسرا ماخذ قرار دیا ہے اور اس کے ذریعے بے شمار مسائل کا

حل پیش کیا ہے۔ ان کے نزدیک جو شخص یا گروہ سنت کو اسلامی قانون کا دوسرا ماخذ تصور نہیں کرتا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور جو شخص اس کو یہ مقام عطا کرتا ہے لیکن سنت پر عمل نہیں کرتا "تارک السنۃ" یعنی سنت ترک کرنے والا کہلاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ فتنہ انکار سنت وغیرہ کے سد باب کے لئے دور قدیم سے لے کر زمانہ حال تک اکثر علماء کرام اپنے ساتھ "محی السنۃ" کا لفظ بطور لقب لگاتے ہیں یعنی سنت کو زندہ کرنے والا۔ لیکن اس کے برعکس لفظ حدیث کو علماء اسلام نے اسلامی ماخذ قانون کے لئے کبھی بھی استعمال نہیں کیا اور نہ کبھی تاریخ اسلام میں کسی عالم کیلئے "محی الحدیث یا محی الخبر" وغیرہ کے لقب استعمال ہوئے ہیں مزید یہ کہ کسی ایک یا چند احادیث کو قول رسول اللہ ﷺ نہ سمجھنے والا یا ان کو ترک کرنے والے گروہ یا اشخاص پر کبھی کفر کا فتویٰ نہیں لگایا گیا۔

۹۔ علماء کرام اپنے دور میں مروجہ سنتوں کی دلیل یا حدیث نبوی ﷺ سے دیتے ہیں، یا صحابہ کے عمل سے یا سلف صالحین کے تعامل سے۔ تو اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حدیث سنت کے ثبوت کا ایک بڑا ذریعہ ہے لیکن اس کے ثبوت کے اور ذرائع بھی ہیں۔

۱۰۔ حدیث میں دور نبوی ﷺ کے بعد اضافہ ناممکن بلکہ حدیث "من کذب علی متعمدا" کے تحت کفر ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے ساتھ ہی حدیث کا دروازہ بند ہو گیا۔ لیکن سنت میں اضافہ کا دروازہ دور نبوی ﷺ کے بعد سے لے کر قیامت تک کھلا رہے گا۔ کیونکہ حدیث کی رو سے خلفاء راشدین کا عمل بھی سنت کے زمرہ میں آتا ہے۔ اور دنیا میں جس وقت، زمانہ ماضی یا مستقبل کے کسی حاکم کے خلیفہ راشد ہونے کے بارے میں علماء متفق ہو جائیں تو اس کے عمل فیصلہ جات اور اجتہاد کو بھی سنت کے زمرہ میں شامل کیا جائے گا جیسے تمام علماء اسلام حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے عمل کو بھی حجت اور سنت میں شامل تصور کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر آپ کے دور میں یا مستقبل میں دنیا میں کسی مقام پر اگر کوئی شخص حکومت الٰہیہ قائم کر کے اور عین شریعت اسلامی کے مطابق تمام امور سلطنت سرانجام دے تو وہ خلفاء راشدین میں شمار ہو گا اور اس کے بعد آنے والی نسلوں کے لئے اس کا عمل حجت اور سنت شمار ہو گا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ترتیب زمانی کے اعتبار سے بھی لفظ حدیث محدود اور لفظ سنت وسیع ہے۔ واللہ اعلم۔

اختتام سے قبل سابقہ بحث کے حوالہ سے اس امر کی تحقیق بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ دور حاضر میں بھی مسلمانوں کے بعض فرقہ اپنے لئے اہل سنت والجماعت یا سنی کا نام استعمال کرتے ہیں اور چند اہل حدیث کے نام سے بھی پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی اصلیت کیا ہے؟ان میں مؤخر الذکر فرقہ کے علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ مسلک بہت قدیم ہے حتی کہ امام مالک، امام شافعی، امام بخاری و دوسرے ائمہ حدیث حتی کہ ابن حجر عسقلانی اور دوسرے متقدمین بھی اس مسلک کے پیرو تھے اور یہ مسلک دور تابعین سے شروع ہو کر ابھی تک جاری ہے" (۵۰)

لیکن علماء اہل حدیث کا دعوی حقیقت کا عکاس نہیں کیوں کہ لفظ اہل حدیث مسلمانوں کے ایک مخصوص فرقہ یا گروہ کے لئے انیسویں صدی سے قبل کبھی استعمال نہیں ہوا۔ دور حاضر میں موجود یہ فرقہ اہل حدیث ایک جدید مسلک ہے جس کی ابتداء آج سے دو صدی قبل ہوئی اور اس وقت سے لے کر آج تک بطور ایک معین و مخصوص منظم گروہ کیلئے یہ اصطلاح صرف برصغیر میں پائی جاتی ہے۔ عملی و نظری اعتبار سے ایک مخصوص فقہی آراء کے حامل عدم تقلید کے قائل اس مسلک کا آغاز اور اس کی تنظیم سید نذیر حسین المعروف بہ شیخ الکل (م ۱۹۰۲ء) نے کی تھی۔ پھر اس فرقہ کو ان کے شاگردوں نے برصغیر کے تمام علاقوں میں پھیلادیا تھا اور اس وقت سے آج تک یہ مسلک صرف برصغیر میں ہی ہے(۵۱) علماء اہل حدیث کا یہ دعوی ہے کہ شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ اسحاق جب حج کے ارادے سے سر زمین حجاز تشریف لے گئے تو وہ سید نذیر حسین صاحب کو اپنا مکمل جانشین بناگئے اور انہیں اسی خصوصیت کی وجہ سے شیخ الکل کا خطاب دیا گیا اور یہی سبب ہے کہ وہ اس مسلک کو شاہ ولی اللہ کا مسلک بھی تصور کرتے ہیں لیکن یہ دعوی بھی سابقہ دعوی قدامت کی طرح مکمل صحیح نہیں ۔(۵۲)

حقیقت یہ ہے کہ دور تابعین سے لفظ اہل حدیث یا اصحاب الحدیث وغیرہ مروج ہیں۔ لیکن یہ کسی خاص گروہ کیلئے نہیں تھے بلکہ فرید وجدی نے اس کی وضاحت یوں کی ہے:

"الائمة المجتهدون فى الفقه ينقسمون الى قسمين اولها يدعون اصحاب الحديث وثانيهااصحاب الرائى الاولون هم اهل الحجاز. اصحاب مالك بن انس واصحاب محمدبن ادريس الشافعى واصحاب بسفيان ثورى

واصحاب احمد بن حنبل واما اصحاب الرائی وهم اهل العراق فهم اصحاب ابی حنیفة" (۵۳)

فقہ اسلامی میں ائمہ مجتہدین دو اقسام میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم کے ائمہ کو اصحاب حدیث کہتے ہیں اور دوسری قسم کو اصحاب رائے کہا جاتا تھا۔ پہلی قسم والے اہل حجاز تھے جن میں مالکیہ، شافعیہ، سفیان ثوری اور حنابلہ شامل ہیں اور اصحاب رائے اہل عراق تھے جو احناف ہیں۔ اس امر کو صبحی صالح نے بھی اس طرح واضح کیا ہے۔

"وتتکون المدرسة الفقیهه الاولی فی المدینة دارالسنة المشرفة وامتازت مدرسة المدینة بفقهائهاالسبعة"

"ولکن کانت المدینة تسمی مدرسة الحدیث وقد کانت الکوفة تسمی مدرسة الرائی" (۵۴)

اور مدینہ میں پہلا فقہی مدرسہ دارالسنۃ المشرفۃ" کے نام سے بنا جس میں فقہاء سبعۃ نے خاصی شہرت حاصل کی لیکن مدینہ کا یہ فقہی ادارہ مدرسۃ الحدیث کے نام سے موسوم ہوا اور کوفہ کا فقہی ادارہ مدرسۃ الرائی کے نام سے مشہور ہوا۔

شاہ ولی اللہؒ نے بھی اسی موقف کو واضح کرتے ہوئے اپنی شہرہ آفاق کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں ایک عنوان "مبحث فی الفرق بین اھل الحدیث واصحاب الرائی" باندھا ہے۔ (۵۵) اور اس میں بھی انہوں نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ یہ تمام لوگ فقہاء تھے۔ لکن اھل حدیث فقہا کو حجاز میں رہنے کی وجہ سے کسی مسئلہ کے بارے میں حدیثیں جلدی مل جاتی تھیں اس لئے وہ اس کے مطابق مسئلہ حل کر دیتے لکن یہ صورت حال کوفہ والوں کے ساتھ نہ تھی اس لئے وہ مسئلہ کا حل اکثر اجتہاد یا قیاس سے پیش کرتے تھے۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اگر ایک شخص مجتہد مطلق کی صلاحیت رکھتے ہوئے بھی اپنے لئے اصول فقہ مرتب نہیں کرتا اور اپنے کو کسی ایک امام کے اصول استنباط کا پابند کرتا ہے تو اسے مجتہد مطلق منتسب کہیں گے اور اگر وہ مجتہد اپنے بعض مسائل میں اپنے امام سے اختلاف کرتا ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے تقلید نہیں کی یا وہ عدم تقلید کا قائل تھا۔ جیسے فقہ حنفی میں صاحبین نے بے شمار مقام پر امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف کیا ہے مگر وہ خود کو حنفی کہلواتے تھے بلکہ اسی پر فخر کرتے تھے۔ بسا اوقات یہ بھی ہوا ہے کہ امام

ابو حنیفہؒ نے کسی مسئلہ کے بارے میں فتوی دیا لیکن صاحبینؒ نے مخالفت کی تو امام صاحب صاحبین کی رائے پر عمل کرتے اور کہتے کہ میرا فتوی تو اس کے خلاف ہے لیکن میں اس مسئلہ پر صاحبین کی رائے پر عمل کر رہا ہوں جیسے جرابوں پر مسح کے مسئلے کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ اپنے فتوی کے علی الرغم صاحبین کے فتوی پر عمل کرتے تھے (۵۶) لہذا اگر کوئی مجتہد کسی مسئلہ میں اپنے امام سے اختلاف کرے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس امام کا مقلد نہیں ہے یا وہ اس مسلک کا مخالف ہے۔

ان حوالہ جات سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ لفظ اہل حدیث یا اصحاب حدیث خیر القرون میں بھی فقہا کرام کے لئے استعمال ہوتے تھے جنہوں نے لوگوں کو تقلید کی دعوت دی اور آج تک ان کی تقلید جاری ہے۔ بعد ازاں لفظ اہل حدیث کے ساتھ ساتھ اہل اثر اور لفظ محدث بھی مروج ہوا۔ اس میں اول الذکر لفظ ان فقہاء کے لئے استعمال ہوتے تھے جو اپنے دور کے مجتہد مطلق ہونے کے باوجود کسی امام کی فقہ کے پیرو کار ہوتے تھے اور تمسک بالحدیث کے بھی سختی سے پابند تھے۔ مثلاً امام جوینی الشافعی قاضی بیضاوی الشافعی عز بن عبد السلام الشافعی ، ابن تیمیہ الحنبلی وغیرہ یہ لوگ مجتہد مطلق کی صلاحیت رکھنے کے باوجود مقلدین میں سے تھے اور خود کو کسی امام کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اور اسی طرح مزید یہ تینوں لفظ ان بزرگوں کے لئے بھی استعمال ہوتے تھے جنہوں نے حدیث جمع کرنے اور اس کی جرح و تعدیل پر بھی کام کیا ہے جیسے اصحاب صحاح ستہ وغیرہ جنہیں آج کل صرف محدثین کرام کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا (۵۷)

ان دلائل کی وجہ سے مسلک اہل حدیث کے علماء کا یہ دعوی کہ ان کا مسلک قدیم ہے صحیح نہیں بلکہ وہ لوگ اہل حدیث کہلاتے ہوئے بھی کسی خاص فقہ کی تقلید کرتے تھے اور بحیثیت ایک علیحدہ فرقہ کے ان کی پہچان نہیں تھی۔

جہاں تک اہل سنت کا تعلق ہے تو دور صحابہ کے بعد یہ اصطلاح اہل بدعت کے مقابلے میں استعمال ہوتی تھی کیوں کہ اس دور کے بعد لوگوں نے دین میں نئی نئی باتیں داخل کرنے کی کوششیں کیں تو ان کے لئے یہ اس دور کے تابعی علماء نے اہل بدعت کی اصطلاح اور بدعت سے پرہیز کرنے والوں کو اہل سنت سے موسوم کیا اور اس دور میں اہل سنت میں معتزلہ بھی شامل تھے (۵۸)

دور تابعین میں ہی جب مختلف اعتقادی فرقے مثلاً خوارج، شیعہ، جبریہ، قدریہ، معتزلہ وغیرہ ظاہر ہوئے اور انہوں نے اپنے غلط عقائد کی امت میں تشہیر کی تو اس وقت علماء حق نے مختلف علاقوں میں ان احادیث "علیکم بالسوادالاعظم" اور "یداللہ علی الجماعۃ" وغیرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ان فرقوں کے شر سے بچنے اور اپنی علیحدہ پہچان کے لئے مختلف اصطلاحیں مثلاً "جمہور امت، جماعت سواد اعظم وغیرہ رائج کیں (۵۹)

لیکن جب معتزلہ نے عباسی دور میں اپنے عقائد کو پھیلانے کیلئے حکومت کا سہارا لیا اور ساری سلطنت اسلامیہ میں اپنے عقائد باطلہ بزور شمشیر نافذ کئے تو اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ تمام سلطنت میں غیر معتزلی صحیح عقیدہ رکھنے والے مسلمان بھی کسی ایک اصطلاح کو اختیار کریں لہذا جونہی مامون الرشید، معتصم باللہ، واثق باللہ کے بعد اس گروہ کی سرکاری سرپرستی ختم ہوئی اور متوکل علی اللہ (م ۲۴۷ھ) نے علماء حق کی سرپرستی کی جن کے سرخیل امام احمد بن حنبلؒ تھے تو اس گروہ کیلئے اہل سنت کی اصطلاح عام ہو گئی اور اہل سنت کی باقاعدہ سرپرستی کی وجہ سے خلیفہ متوکل کو محی السنۃ کا لقب دیا گیا (۶۰)

خلیفہ متوکل کے بعد امام ابوالحسن اشعری (م ۳۲۴ھ) نے جب معتزلہ کے خلاف فکری جہاد کا آغاز کیا اور باقی تمام علماء حق کو ساتھ لے کر اس گروہ کے افکار و نظریات کی دھجیاں بکھیر دیں تو چوتھی صدی ہجری میں پہلی اصطلاح اہل سنت کے بجائے ان علماء حق کے لئے اہل السنت والجماعت کی اصطلاح عام ہو گئی اور امام ابوالحسن اشعری کو امام اہل السنت والجماعت کا لقب دیا گیا اور اس مسلک کے پیروکاروں کو سنی بھی کہا جانے لگا (۶۱)

خطیب بغدادی نے بھی اہل السنت والجماعت کی اصطلاح کی تشریح اس طرح کی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ اور آپ کے اصحاب کے مسلک پر ہیں۔ اسی کو سید سلیمان ندوی نے بھی ان الفاظ میں واضح کیا ہے کہ "حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز زندگی اور طریق عمل کو سنت کہتے ہیں اور جماعت کے لغوی معنی گروہ کے ہیں لیکن اس اصطلاح میں جماعت سے مراد جماعت صحابہ ہے اس لفظی تحقیق سے اس اصطلاح کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ اس فرقہ کا اطلاق ان اشخاص پر ہوتا ہے جن کے اعتقادات، اعمال اور مسائل کا محور پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت اور صحابہ کرامؓ کا اثر مبارک ہے (۶۲)

واللہ اعلم۔

حوالہ جات

۱۔ سیوطی، جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر، تدریب الراوی شرح تقریب النووی ۔ لاہور دار نشر الکتب الاسلامیہ، ج: ۱ ص: ۳۸۔

۲۔ مرفوع سے مراد ایسی حدیث ہے جس کی سند رسول اکرم ﷺ تک پہنچے

۳۔ موقوف سے مراد ایسی حدیث ہے جس کی سند صرف صحابی تک پہنچے۔

۴۔ وھبہ زحیلی ۔ اصول الفقہ الاسلامی ۔ دمشق، دار الفکر ۱۴۰۶ ھ ج: ۱ ص: ۴۴۹

۵۔ مقطوع سے مراد ایسی حدیث ہے جس کی سند صرف تابعی تک پہنچے

۶۔ عبدالحق حقانی، النامی، شرح الحسامی، دیوبند، کتب خانہ رحیمیہ (ت۔ن) ج: ۱ ص: ۱۳۵

۷۔ عسقلانی احمد بن حجر، نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ملتان فاروقی کتب خانہ (ت۔ن) ص: ۸

۸۔ محمد اعلیٰ تھانوی۔ کشاف اصطلاحات الفنون ۔ بنگال، ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۶۲ء ج: ۱ ص: ۲۷۸

۹۔ الطور: ۳۴

۱۰۔ المرسلات: ۵۰

۱۱۔ راغب اصفہانی حسین بن محمد ۔ المفردات فی غریب القرآن ۔ کراچی نور محمد اصح المطابع (ت۔ن) ص: ۱۱۰

۱۲۔ التحریم: ۳

۱۳۔ الغاشیہ: ۱

۱۴۔ بستانی پطرس معلم ۔ محیط المحیط ۔ مکتبہ و تاریخ غیر موجود ج: ۱ ص: ۴۵۶

۱۵۔ فیومی احمد بن محمد ۔ المصباح المنیر، بیروت ۔ مکتبہ لبنان، ۱۹۷۸ء ص: ۴۸

۱۶۔ محمد بن ابی بکر رازی ۔ مختار الصحاح، بیروت، دار القلم، (ت۔ن) ص: ۱۲۵

۱۷۔ صحیح بخاری کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار

۱۸۔ عبدالحق دہلوی محدث ۔ مقدمہ فی اصول الحدیث لکھنؤ ۔ دار العلوم ندوۃ العلماء ۱۹۸۴ء ص: ۲۹ نیز ملاحظہ فرمائیں عسقلانی ابن حجر شرح نخبۃ الفکر، محولہ بالا ایڈیشن ص: ۸

۱۹۔ قاسمی محمد جمال الدین ۔ قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ ھ ص: ۳۵۔۳۸

۲۰۔ ڈاکٹر محمود طحان، تیسیر مصطلح الحدیث، لاہور، دار نشر الکتب الاسلامیہ (ت۔ن) ص: ۱۴

۲۱۔ سیوطی، جلال الدین، تدریب الراوی، محولہ بالا ایڈیشن: ۱ ص: ۲۴ نیز ملاحظہ فرمائیں وھبہ زحیلی ۔ اصول الفقہ الاسلامی، محولہ بالا ایڈیشن ج: ۱ ص: ۴۴۹

۲۲۔ ملاجیون شیخ الھندی ۔ نور الانوار شرح المنار، لبنان، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۶ ھ ص: ۳ نیز ملاحظہ فرمائیں نجم الغنی ۔ مزیل الغواشی شرح اردو اصول الشاشی، ملتان عبدالتواب اکیڈمی ۱۹۸۶ء ص: ۲۸۹

۲۳- ملاحظہ فرمائیں اصول فقہ کی کتب الاحکام فی اصول الاحکام لآمدی احکام الفصول فی احکام الاصول للباجی، المنصتر فی اصول الفقہ ابن اللحام وغیرہ میں باب السنتہ کی بحث
۲۴- سرخسی ابی بکر محمد بن احمد، اصول السرخسی، قاہرہ، مطابع دارالکتب العربی ۱۹۷۲ء ج:۱ص:۱۱۴
۲۵- الاحزاب:۲۲
۲۶- ڈاکٹر احمد حسن، جامع الاصول اردو ترجمہ الجید فی اصول الفقہ لاہور مطبع مجتبائی ۱۹۸۶ء ص:۱۸۸
۲۷- صحیح سنن ابی داوٗد- بیروت- توزیع المکتب الاسلامی ۱۹۸۹ء، مقدمہ باب من سن سنۃ حسنۃ اوسیئۃ
۲۸- ابن منظور افریقی، لسان العرب، بیروت، داراحیاء التراث العربی ۱۹۸۸ء- کتاب السین، باب النون-
۲۹- مسند احمد بن حنبل- بیروت، المکتب الاسلامی (ت-ن) ج:۵ص:۲۷۲
۳۰- عزالدین بلیق- منہاج الصالحین من احادیث وسنۃ خاتم الانبیاء والمرسلین- بیروت، دارالفکر-۱۹۸۷ء ص:۱۵
۳۱- ابن نجار فتوحی- شرح الکوکب المنیر، تحقیق ڈاکٹر وھبہ زحیلی وغیرہ مکہ مکرمہ، کلیۃ الشریعۃ والدراسات لاسلامیہ، الکتاب الخامس- ج:۲ص:۱۶۵ نیز ملاحظہ فرمائیں، آمدی، سیف الدین ابی الحسن، الاحکام فی اصول الاحکام- مصر- مطبعہ المعارف ۱۳۳۲ھ ج:۱ص:۲۴۱ ابوالولید الباجی- احکام الفصول فی احکام الاصول- بیروت، موسسۃ الرسالہ ۱۹۸۹ء ج:۱ص:۲۲۱
۳۲- وھبہ زحیلی- اصول الفقہ الاسلامی، محولہ بالا ایڈیشن ج:۱ص:۴۴۹
۳۳- صحیح بخاری- کتاب الجماعۃ والامامۃ باب وجوب صلاۃ الجماعۃ
۳۴- ابن نجار فتوحی- شرح الکواکب المنیر، محولہ بالا ایڈیشن ج:۲ص:۱۶۶
۳۵- آمدی- الاحکام محولہ بالاڈیشن :۲ص:۱۳۹
۳۶- عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، قسطنطنیہ، مکتبہ الصنائع-۱۳۰۷ھ ج:۲ص:۶۸۹
۳۷- شاطبی ابی اسحاق- الموافقات فی اصول الشریعۃ مصر، مکتبۃ التجارۃ الکبری، (ت-ن) ج:۴ص:۳-۷
۳۸- ابن نجار فتوحی- شرح الکواکب المنیر، محولہ بالا ایڈیشن ج:۲ص:۱۶۰
۳۹- ڈاکٹر صبحی صالح- علوم الحدیث، مترجمہ غلام احمد حریری- فیصل آباد ملک سنز پبلیشرز، ۱۹۸۱ء ص:۲۶
۴۰- علی حسن عبدالقادر، نظریہ عامۃ فی تاریخ الفقہ الاسلامی مصر، مطبع العلوم ۱۹۴۲ء، محولہ بالا ایڈیشن ص:۱۱۵-۱۱۶
۴۱- ایضاً
۴۲- ڈاکٹر صبحی صالح- علوم الحدیث، محولہ بالا ایڈیشن ص:۲۰
۴۳- محمد بن ندیم- فہرست ابن ندیم- مصر، مطبعہ رحمانیہ- (ت-ن) ص:۳۲۱
۴۴- علی حسن عبدالقادر، نظریہ عامۃ فی تاریخ الفقہ الاسلامی، محولہ بالا ایڈیشن ص:۱۱۵
۴۵- شاطبی ابواسحاق- الموافقات فی اصول الشریعۃ مصر، مکتبہ التجارۃ الکبری، (ت-ن) ج:۴ص:۵-۶

۴۶- زرقانی سید محمد، شرح الزرقانی علی الموطا امام مالک۔ مصر۔، المکتبہ التجارۃ الکبری ۱۹۵۷ء ج:۱ص:۳

۴۷- مسند احمد بن حنبل، محولہ بالا ایڈیشن ج:۴ص:۱۲۶

۴۸- سیوطی، تدریب الراوی محولہ بالا ایڈیشن ج:۱ص:۴۱

۴۹- سرخسی ابی بکر محمد بن احمد، اصول السرخسی، قاھرہ، مطابع دار الکتب العربی ۱۹۷۲ء ج:۱ص:۴۱

۵۰- میر ابراھیم سیالکوٹی، تاریخ اہل حدیث لاہور، مکتبہ قدسیہ، (ت-ن) ص:۷۰
نیز ملاحظہ فرمائیں، طیب شاہین لودھی۔ مسلک اہل حدیث کے بارے میں چند مغالطوں کا ازالہ۔
ملتان فاروقی کتب خانہ ۱۹۹۵ء ص:۱۵

۵۱- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، دانش گاہ پنجاب ج:۳ص:۵۷۹

۵۲- ابوالکلام خواجہ، نماز کے چند مسائل، ملتان، خواجہ اکیڈمی (ت-ن) مقدمہ۔

۵۳- محمد فرید وجدی، دائرہ معارف القرن العشرین، بیروت دار الفکر (ت-ن) ج:۳ص:۳۷۷

۵۴- صبحی صالح ڈاکٹر۔ النظم الاسلامیہ، بیروت، دار العلم للملایین ۱۳۵۸ھ، ص:۲۰۶-۲۰۹

۵۵- شاہ ولی اللہ۔ حجۃ اللہ البالغہ، لاہور، مکتبہ سلفیہ۔ تاریخ اشاعت درج نہیں۔ ص:۱۴۸

۵۶- وھبۃ الزھیلی ڈاکٹر۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ۔ دار الفکر۔ تاریخ اشاعت درج نہیں ج:۱ص:۲۴۳

۵۷- دیکھئے دائرہ معارف، ج:۳ص:۵۷۹

۵۸- ابوزہرہ المذاہب الاسلامیہ، اردو ترجمہ غلام احمد حریری، فیصل آباد ملک سنز تاجران،
(ت-ن) ص:۲۳۸

۵۹- ایضاً ص:۲۸۷، نیز ملاحظہ فرمائیں ابوالکلام آزاد۔ مسئلہ خلافت، لاہور۔ دانا پبلیشرز ۱۹۷۸ء،
ص:۲۲

۶۰- مسعودی، مروج الذھب، ج:۲ص:۳۶۹

۶۱- دیکھئے اردو دائرہ معارف، ج:۳ص:۵۷۹، نیز ملاحظہ فرمائیں ابوزہرہ المذاہب الاسلامیہ، محولہ بالا ایڈیشن۔
،ص:۲۵۸-۲۷۹

۶۲- ندوی سید سلیمان، رسالہ اھل السنۃ والجماعہ "اعظم گڑھ ۱۳۳۶ھ ص:۳، نیز ملاحظہ فرمائیں اردو دائرہ
معارف، ج:۳" تشریح لفظ "اہل السنۃ والجماعۃ"